ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

اُردو ادب میں تانیثیت کی مختصر روایت اور ارتقا

A BRIEF HISTORY AND EVOLUTION OF FEMINISM IN URDU LITERATURE.

ڈاکٹر الزبتھ شاد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو

کنیئرڈ کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

سارہ سرفراز

لیکچرار، شعبہ اُردو

کنیئرڈ کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

The concept of feminism is clearly defined as a movement for women's socio-economic and political rights. It is a philosophy of life and way of thinking. Feminism is also a practical activism. This concept took a sharp rise during 20th century in both East and the West. It is a school of thought and its influence can be seen on every walk of life and every field of life. It is evident in arts, sociology, politics and literature too. We have been watching wide ranging gender discrimination from centuries on. The basic theme of feminism is to eliminate gender discrimination and achieving equal status for women. During the nineteenth century the wave of feminism was observed in subcontinent. Feminist literary work developed and it was appreciated by the readers. Urdu literature is conveying all the aspects of feminist philosophy and it is expected that more writers will emerge on this horizon.

Key words: feminism, socio-economic, sociology, discrimination, discrimination, Urdu literature

ادبی تاریخ میں اٹھارویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے آغاز میں انسانی زندگی کے ہر شعبے میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ چاہے وہ سائنس کی دنیا ہو یا سیاست کا میدان۔ پوری انسانیت ایک ہنگامی تبدیلی سے گزر رہی تھی ان تبدیلیوں نے جہاں انسانی تہذیب و تمدن کے طریقوں کو متاثر کیا وہیں دوسری طرف فکر 4 وفلسفہ اور اخلاق واقدار پر بھی اس کے اثرات نظر آئے۔ آزادی، انصاف، امن وسکون اور اپنے حقوق کی آوازیں ہر جگہ سنائی دینے لگیں۔ وہ تمام طبقے جو نسل، رنگ اور علاقائیت کی وجہ سے استحصال کا شکار تھے اُنہوں نے اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کی۔

ان طبقات میں ایک طبقہ خواتین کا بھی تھا جہاں انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں ان کی برابری کی حصہ داری رہی تھی ہر خاندان اور سماج نے اُسے دوسرے درجے کی مخلوق بنا دیا تھا۔ یوں آزادی، انصاف، فرد کی شناخت اور ذات پات کی تفریق کی مذمت کے ساتھ ساتھ حقوق نِسواں کی تحریک بھی منظرِ عام پر آئی۔ مغربی ممالک میں حقوقِ نسواں کی تحریک مختلف اجتماعی شکلوں میں زور پکڑتی جا رہی تھی۔ جس نے بعد میں تانیثیت (Feminism) کی شکل اختیار کی۔

آج تانیثیت جدید دور کا ایک نہایت اہم موضوع ہے۔ جس سے ادب ہی نہیں بلکہ فکر و فلسفے کے تمام نظریات متاثر ہوئے۔

تانیثیت کیا ہے؟ اس کے درست معنی سے بہت کم لوگ آشنا ہیں۔ اکثریت کی رائے اس کے بارے میں گمراہ کن ہے۔ جس کے باعث Feminism کو معاشرے میں حقیقت کی بجائے فتنہ خیال کیا جاتا ہے۔ تانیثیت کو سب سے پہلے مغرب میں پذیرائی ملی۔ حقیقت میں اس تحریک کی ابتداء فرانسیسی انقلاب سے ہوئی۔ یہ تحریک فرانس سے ہوئی ہوئی یورپ سے امریکہ میں پھیل گئی۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

اس تحریک کو عام طور پر دو ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا دور انیسویں صدی سے بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں تک پہنچتا ہے۔ اور دوسرا کئی نشیب و فراز کے ساتھ 1920ء سے شروع ہو کر دورِ حاضر تک جاتا ہے۔ مغربی دانشوروں نے اس میں گہری دلچسپی لی اور پھر آہستہ آہستہ علمی و ادبی دُنیا میں تانیثیت کو ایک غالب نظریے کی صورت میں ڈھالا جسے خوب سراہا گیا۔

تانیثیت کے تصورات پر گہری نظر ڈالتے ہوئے اس کی سماجی اہمیت پر زور دیا گیا۔ اس سے ایک ایسا معاشرہ تشکیل کرنے کی کوشش کی گئی جو خواتین کے لیے مناسب فضاء میں کام کرنے کے مواقع فراہم کرے۔ مغربی میں تحریک آزادی نسواں کے حامیوں کو Feminist کہا گیا۔ بعد میں باقاعدہ لفظ Feminism تحریک نسواں کی اصطلاح بن گیا اور حقوق نسواں، آزادی نسواں یا ناری اندولن سے جانی جانے والی تحریک کے بنیادی نظریات میں سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی، تعلیمی، اخلاقی اور تہذیبی طور پر دونوں جنس کے حقوق کے لیے استعمال کیا گیا۔ پروفیسر شہناز نبی تانیثیت کے حوالے سے لکھتی ہیں:۔

"فیمینزم تحریکات کے مجموعے کا نام ہے۔ جس کا مقصد عورتوں کو مردوں کے برابر سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق دینا ہے۔ مختلف دور میں پدری سماج میں عورتوں کی محکومیت کے خلاف آوازن اٹھتی رہی ہیں۔ ان تحریکات کے ذریعے عورتوں کے حقوق کی تعریف مقرر کرنے، ان کی شناخت قائم کرنے اور تعلیم اور روزگار میں انہیں برابر مواقع دینے کی حمایت ہوتی رہی ہے۔"(۱)

انسائیکلوپیڈیا آف سوشیالوجی میں تانیثیت کی تعریف یوں کی گئی۔

" Feminism : a movement that attempts to institute social, economic and political equality between men and women in society and distortion in the relationship between men and women." 2

آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کے معنی ہیں۔

"Advocacy of the rights of women" 3

فیمنزم کے علمبردار اس تحریک کی مناسب اصطلاح یا لفظ کی تلاش میں نظر آتے ہیں۔ "Institute of Social Science" میں تانیثیت کے مسائل پر گفتگو ہوئی جہاں تانیثیت کی تعریف ان الفاظ میں پیش کی گئی ہے۔

"تانیثیت کے معنی عورتوں کا گھر کے اندر، کام کرنے کی جگھوں اور سماج میں ہو رہے جبر و استحصال کے خلاف مہم کی تبلیغ کرنا اور عورتوں اور مردوں کی اجتماعی کاوشوں کے ذریعے موجودہ حالات کے خلاف ضروری اقدامات کرنا ہے۔ (۴)

ڈاکٹر سہیل احمد خان کے مطابق ادب میں تانیثیت کو پہلے پہل سیمون دلوار نے اُجاگر کیا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

"دوسرا سنگ میل سیمون دلوار کی کتاب "دوسری جنس" 1949 کی اشاعت ہے۔ اس میں سیمون دلوار نے معاشرے میں عورت کے مدود کردار اور مقام کو تنقید کا نشانہ بنایا اور عورت کی ثقافتی شناخت کا جائزہ لیا۔"(۵)

پہلا سنگ میل انگریزی ناول نگار ورجینیا وولف ہیں۔ لیکن ان کا تانیثیتی پہلو اور نوعیت کا ہے۔

اردو فکشن پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اردو میں تانیثیت کے اثرات انیسویں صدی کی آخری دہائی سے ہی پڑنے لگتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب خواتین کے لیے حصول تعلیم کو معیوب سمجھا جاتا تھا اور مرد معاشرے میں خواتین کو مقید کرنا ہی بہادری کا ثبوت مانا جاتا تھا۔ اگرچہ اس کے لیے وجوہات تھیں لیکن اس کی ایک وجہ جاگیر دارانہ نظام کا ہونا بھی تھا۔ کیونکہ اس نظام میں عورتوں کو دل بہلانے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کو چادر چار دیواری کے اندر محدود کر دیا جاتا تھا جس کی وجہ سے وہ باہر کی دنیا سے غافل تھی لیکن وقت نے آہستہ آہستہ اپنا رُخ بدلنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرد سماج نے خواتین کی تعلیم کی اہمیت وضرورت کو محسوس کیا۔

بر صغیر میں ترقی پسند تحریک کا آغاز ہو چکا تھا جس نے اپنی حقیقت نگاری کی بنا پر ادب کو رومان پسندی کے جھولے سے نکال کر زندگی کی تمازت بھری دنیا میں کھڑا کر دیا۔ "انگارے" کی اشاعت نے ادبی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اس تحریک کا اثر خواتین پر بھی پڑا۔ خاص طور پر ترقی پسند تحریک کی روح رواں ڈاکٹر رشید جہاں کے افسانوں نے نسائی شعور میں ایک نئی راہ ہموار کی۔ وہ بلاشبہ اردو کی پہلی افسانہ نگار خاتون تھیں جنہوں نے بڑی جرات سے معاشرے کے ان رُخوں کو فنکارانہ انداز میں پیش کیا جنہیں چھپا کر رکھا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں ایک انقلابی دل ودماغ رکھنے والی عورت کی تصویر کشی کی ہے۔ عورتوں کو رشید جہاں کے طفیل جب نئی زمین اور آسمان ملا تو اُن کے تخلیقی جوہر بھی کھلنے لگے۔ اور انہوں نے اس حقیقت کو پا لیا کہ عورت کے پاس ایک بالغ ذہن اور شعور بھی ہے۔ بقول ڈاکٹر عظمی فرمان:۔

"ڈاکٹر رشید جہاں دو حوالوں سے اُردو میں نسائیت کی تحریک کا ایک سنگ میل ہیں۔ ایک تو ان کے افسانوں میں پہلی بار نسائیت کی آواز سنائی دی۔ دوسرے وہ خود اپنی ذات میں آزادی نسواں اور آزادی اظہار کی علامت بن گئیں۔"(۶)

اردو افسانے میں رشید جہاں کے بعد جو نام آتے ہیں اُن میں صالحہ عابد، بیگم بلقیس احمد علی، اے آر خاتون، ممتاز شیریں، عصمت چغتائی، فاطمہ مبین، واحدہ تبسم، تسنیم سلیم چھتاری، شکیلہ اختر، سرلا دیوی، سلمی صدیقی، خدیجہ مستور، حاجرہ مسرور، جیلانی بانو، رضیہ سجاد ظہیر اور قراۃ العین حیدر نمایاں ہیں۔ اس دور کی خواتین نے نہ صرف فنی خصوصیات کا خیال رکھا بلکہ پورے خلوص اور شعور کے ساتھ اس کے لوازمات کو بھی برتا اور ان کے ہاں انسانی زندگی کے پیچ وخم، اتار چڑھاو، مشاہدات اور مختلف رجحانات کی واضح شکل بھی نظر آتی ہے۔

اے آر خاتون نے افشاں، شمع اور تصویر میں، مبین فاطمہ نے ثریا، ایرانی، نگار اور گردش میں، صالحہ عابد حسین نے عذرا میں واحدہ تبسم نے نتھ کا بوجھ، اترن اور شجر ممنوع میں خدیجہ مستور نے آنگن میں فنی مہارت اور چابکدستی سے نسائی مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ ممتاز شیریں کی پہچان ادبی تنقید سے ہوئی لیکن وہ ایک بڑی افسانہ نگار بھی تھیں۔ ان کا افسانہ "کفارہ" نسائی احساسات کا ترجمان افسانہ ہے۔

اردو افسانے میں تانیثیت کے حوالے سے دو معتبر نام عصمت چغتائی اور قراۃ العین حیدر کے ہیں۔ عصمت نے ایک طرح سے ڈاکٹر رشید جہاں کے کام کو آگے بڑھایا ہے۔ ایک جگہ انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ بے باکی، نڈر پن اور صاف گوئی انہوں نے رشید جہاں سے سیکھی ہے۔ انہوں نے سو سے زائد افسانے لکھے ہیں جن میں سے زیادہ تر افسانوں میں نسائی اور طبقاتی شعور کے کسی نہ کسی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ چوتھی کا جوڑا، گھونگھٹ، لحاف، امر بیل، جنازے، ننھی کی نانی اور بہو بیٹیاں ایسے نمائندہ افسانے ہیں جن میں صنفی مسائل اور نفسیاتی الجھنوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ انہوں نے اُن موضوعات پر بھی قلم اُٹھایا ہے جو پہلے صرف مردوں کے لیے مخصوص تھے۔ اُن پر تنقید بھی ہوتی لیکن انہوں نے اپنی توجہ لکھنے پر مرکوز رکھی۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

عصمت کے بعد موضوعات کے تنوع اور انفرادیت کے لحاظ سے ایک بہت بڑا نام قراۃ العین حیدر کا ہے جن کا ذہنی کینوس بہت زیادہ وسیع تھا۔ سماجی، تہذیبی اور نسائی شعور کا ادراک جیسا اُن کے ہاں نظر آتا ہے اُن سے پہلے یا بعد میں کہیں نہیں ملتا۔ اُن کا انداز، تحریر کی طاقت اور قوت مشاہدہ کا استعمال انہی کے ساتھ ختم ہو گیا۔ افسانوں اور ناولوں میں تاریخی حوالے پوری دیانت کے ساتھ استعمال کرنا بھی اُنہی کا خاصہ تھا۔ تخیل اور حقیقت کا ادراک انہیں ورثے میں ملا تھا جسے انہوں نے اپنے وسیع مطالعے اور فکر کی گہرائی سے مزید جلا بخشی۔ اُن کے افسانے "فوٹو گرافر کی اداکارہ"، "حسب نسب کی چھمی بیگم"، "سنگھادان" کی زمرد پری اپنے اپنے نسائی وجود میں کن کن المیوں سے گزرتی ہیں اور "تار پر چلنے والی" کی ہیروئین کیتھراں وڈپال سرکس کی مس لاوا کیسے بنی۔ "روشنی کی رفتار" کی سائنٹسٹ مس پدما میری اپنی تمام تر قابلیت کے باوجود دھوکا کیوں کھا گئی؟ زندگی کی حرارت سے بھرپور عورت ٹوٹ کر بکھر کیوں گئی قراۃ العین حیدر نے ان کی اندرونی کیفیات کو اس طرح پیش کیا ہے کہ قاری ان کرداروں کا دُکھ اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔

جب اس حوالے سے اُردو ناول کا جائزہ لیا جائے تو نظر سب سے پہلے مولوی نذیر احمد کے ناولوں پر پڑتی ہے۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں بچوں اور عورتوں کی تعلیم کے ذریعہ مسلم سماج کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی ان کا پہلا ناول "مراۃ العروس" ہے۔ جو 1896 میں منظر عام پر آیا۔ ڈپٹی نذیر احمد تقریباً پہلے ایسے مصنف ہیں جنہوں نے عورت کی ناخواندگی کو محسوس کیا اور انہیں اس تاریکی سے نکالنے کی خاطر ایک نئی صنف کی بنیاد ڈالی۔ اُن کا مقصد اپنی بچیوں کی تعلیم و تربیت تھا اور اس مقصد نے انہیں طبقہ نسواں میں مقبولیت دلوائی۔

راشد الخیری نے نذیر احمد کے فن پر مبنی ناول نگاری کی ہے۔ ان کے ناولوں کا پیش خیمہ نذیر احمد کی طرح مسلم معاشرہ کے مسائل کا منشور ہے۔ دونوں کے ناولوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ نذیر احمد نے عورت کی اصلاح کے لیے ناول لکھا اور راشد الخیری نے اس کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اس کی معاشرتی حیثیت بلند کرنے کی کوشش کی۔ ان کی ناول نگاری میں عورت کی مظلومیت کی داستان ہے۔

اردو کی پہلی خاتون ناول نگار رشید النساء نے تانیثیت کے پہلو پر لکھتے ہوئے پہلا ناول اصلاح النساء لکھا اور پھر خضرا ہمایوں نے "تحریر النساء"، "موہنی"، مشیر نسواں"، "زہرہ" اور "سرگزشت ہاجرہ" کے عنوانات سے ناول لکھے۔ ان سب میں عورتوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اچھی تربیت پر بھی ذور ملتا ہے۔ اس ضمن میں قراۃ العین حیدر کے ناول "اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجیو"، "میرے بھی صنم خانے" اور "چاندنی بیگم" قابل قدر ہیں۔ انہوں نے خواتین کے مسائل اور استحصال کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور اسے ایک احتجاجی شکل بھی دی ہے۔ الطاف فاطمہ کے ناول "دستک نہ دو" اور "چلتا مسافر" بھی اُن کی بہترین صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ عصمت چغتائی نے اُردو ناول نگاری میں ادب کی تاریخ میں ایک نئے پہلو کو اجاگر کیا۔ تانیثی فکر و شعور میں انہیں اہمیت حاسل ہے۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں گھریلو زندگی اور جنسی حقیقت نگاری کے پہلو کو اپنا موضوع بنایا۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی کی رائے ہے:۔

> "ٹیڑھی لکیر میں عصمت چغتائی نے ایک متوسط گھرانے میں پروان چڑھنے والی لڑکی کی جذباتی اور نفسیاتی زندگی اور وہ ماحول جس میں وہ پرورش پاتی ہے کی تکمیل کو فنکارانہ چابکدستی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ ٹیڑھی لکیر اردو ناول نگاری کی تاریخ میں سنگِ میل بن گئی ہے۔"(۷)

اردو کی مشہور فکشن نگار جیلانی بانو نے اپنی تخلیقات "بارش سنگ" اور "ایون غزل" میں عورت کا مقام اور زندگی کے مسائل کو بیان کیا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر مشتاق احمد وانی اپنی کتاب "اردو ناول میں تانیثیت" کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

> ایوان غزل میں عورت کو ایک الگ مخلوق ماننے کی بجائے اس مردانہ بالادستی والے معاشرے میں عام انسانوں کا یہی ایک حصہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس نظام میں یہ عورت دوسری سبھی عورتوں کی طرح کمزور، مجبور اور محکوم ہے۔ دوسری جانب وہ حساس، نڈر بیدار ذہن اور باغیانہ طبیعت کی حامل بھی ہے۔"(۸)

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

خدیجہ مستور کے ناول آنگن اور واحدہ تبسم کا ناول کیسے کاٹوں رین اندھیری بانو قدسیہ کے ناول راجہ گدھ میں عورتوں کی نفسیات، ان کے جائز حقوق کی پامالی اور دوسرے مسائل کی نشاندہی اور ان کے استحصال پر تنقید اُن کے شعور کی پختگی کو ظاہر کرتی ہے۔ عبداللہ حسین کے ناول "اداس نسلیں" اور "باگھ" میں عورتوں کے مختلف کردار پیش کئے گئے ہیں۔ نثار بٹ عزیز کے ناول "نگری نگری پھرا مسافر" میں بھی عورت کے ذہنی اور جذباتی تجربات کی جھلک نظر آتی ہے۔ انتظار حسین کے ناولوں میں عورت معاشرے کے اعتقادات کو ساتھ لے کر چلتی ہے۔ اُن کا ناول "چاند گہن" اسی ضمن میں تحریر کیا گیا ہے۔ رضیہ فصیح کے ناولوں کی عورت شوہر پرست، وفا شعار اور ایثار پسند ہے۔ اُن کے ناول "آبلہ پا" کے مطابق مشرقی عورت کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر انور سجاد نے اپنے ناول "خوشیوں کا باغ" میں عورت کے ظاہر اور باطن میں جھانکنے کی کوشش کی ہے۔ طیبہ بیگم نے اپنے ناول "انوری بیگم" میں عورتوں کے اندر خانگی ذمہ داریوں کے احساس کی خصوصیت کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔ انور سجاد نے اپنے ناول "اختر النساء" میں عورتوں کی تعلیم و تربیت پر کافی زور دیا ہے۔

ان کے علاوہ عطیہ پروین، عفت موہانی، مسرور جہاں، دیبا خانم، رفیعہ منظور، صغری مہدی، رشید جہاں، ذکیہ شہید اور سجاد ظہیر نے بھی ناول نگاری میں تانیثیت کی روایت کو مستحکم کیا۔

ترقی پسند تحریک اور اس کے نظریات کی بدولت عورت کے سٹیریوٹائپ کردار میں بہت حد تک تغیرات نمودار ہوئے۔ خواتین شاعرات کو نئے شعور کا احساس پیدا ہوا جس کا بہت گہرا تعلق عورت کی سماجی حیثیت سے تھا۔ پہلے پہل تو عورت کا کردار جذبات احساسات کے اظہار تک مقید تھا۔ بعد ازاں اس نے اپنے دائرہ اختیار میں اتنی وسعت پیدا کر لی کہ سیاسی معاملات پر بھی اپنی رائے کا اظہار کرنے لگی۔ جدید دور کی شاعرات میں ادا جعفری کا نام آتا ہے۔ اُن کے ہاں بے باکی ہے اور وہ جذبات کا احساس کرنے سے گھبراتی نہیں ہیں۔

تم میرے پاس ہوتے ہو تو عجب حال ہے دل کا

یوں جیسے میں کچھ رکھ کے کہیں بھول گئی ہوں۔(۹)

زہرہ نگار بھی اس ضمن میں ایک اہم نام ہیں۔ وہ اپنے روایتی انداز اور فن شعر کی بدولت ہر دلعزیز شاعرہ ہیں۔ اُن کے کلام میں ایک ایسی عورت کا وجود نظر آتا ہے جو معاشرے کی بھٹی میں تپ کر کندن بن چکی ہے۔ اور تمام مسائل کا ڈٹ کر سامنا کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ اُن کی شاعری میں آزاد عورت کا وجود نظر آتا ہے اس حوالے سے اہم سلطانہ بخش لکھتی ہیں۔

> جدید شاعرات کے ہاں اس امر کا احساس ہے کہ انہیں عورت ہونے کے ناطے اپنے حقوق اور آزادیوں سے محروم نہیں رکھا جا سکتا بلکہ انہیں صنفی مساوات پر اصرار ہے۔ اور اس کے جواز کو بھی ایک مسئلہ بنایا ہے۔ محض مراعات کی بخشش مسئلے کا حل نہیں ہے۔ اُس کے لیے عورت کے نفسیاتی اور جذباتی وجود کو تسلیم کرنا پڑے گا۔(۱۰)

تانیثیتی افکار کو تقویت بخشنے میں فہمیدہ ریاض بھی ایک مرکز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اُن کے ہاں عورت جامد نہیں بلکہ معاشرے کا ایک متحرک کردار ہے۔ اُن کے ہاں نسائیت سے متعلق سماجی و سیاسی نظریات اور تصورات ملتے ہیں وہ عورت کی ذات کے ساتھ سکون اور آزادی کو منسلک کرتی ہیں۔

پتھریلے کوہسار گاتے چشموں میں

گونج رہی ہے اک عورت کی نرم ہنسی(۱۱)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

خواتین شاعروں میں ایک بلند مقام پروین شاکر کا بھی ہے۔اُن کے کلام میں مشرقی پھولوں کی خوشبو بسی ہوئی ہے۔اُس کے پاس مضامین کی کوئی کمی نہ تھی۔وہ عورت کی محبت،اُس کی قلبی کیفیات،اُس کی خواہشات اور اُس کے لمحوں کا اظہار جس خوبصورتی،سادگی اور سوز سے کرتی ہیں وہ کسی اور شاعرہ کے ہاں نظر نہیں آتا۔اُن کے کلام کو پڑھتے ہوئے یہ احساس بہت گہرہ ہوتا جاتا ہے۔کہ یہ تو وہی بات ہے جو میرے دل میں تھی۔محبت کی کیفیات کے علاوہ پروین شاکر کی شاعری میں وہ احساس بھی ملتا ہے۔جس کے تحت اُسے معاشرے کے آگے اپنے وجود کو سوال بنا کر پیش کرنا پڑتا ہے۔وہ عورت کے استحصال سے بھی غافل نہیں۔وہ اُس کی ناقدری کا یہاں بھی اُتنی ہی کامیابی سے کرتی ہیں جس کامیابی سے وہ اُس کی محبت کی بات کرتی ہیں۔

آہنی حصاروں میں

عمر قید کی ملزم

صرف ایک لڑکی ہوں۔ (۱۲)

اسی لب ولہجہ اور رنگ میں رنگی ہوئی ایک شاعرہ کشور ناہید بھی سامنے آتی ہیں۔وہ عورت کے احساسات کی ترجمانی تو کرتی ہیں مگر طبقہ نسواں کی مظلومیت اُن کا مستقل موضوع ہے جو بغاوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔کشور ناہید عورت کے سماجی مقام کا اظہار کچھ یوں کرتی ہیں۔

میرے پیروں میں زوجیت اور شرم وحیا کی بیڑیاں ڈال کر مجھے مفلوج کر کے بھی تمہیں یہ خوف نہیں چھوڑے گا کہ میں تو چل نہیں سکتی مگر سوچ تو سکتی ہوں آزاد رہنے،زندہ رہنے اور مرے سوچنے کا خوف تمہیں کن کن بلاؤں میں گرفتار کرے گا۔ (۱۳)

ان شاعرات کی فکر وسوچ میں پوری یگانگت ہے اور اپنے جذبوں کے اظہار میں یہ کھری اور سچی ہیں۔تانیثی فکر کی پروردہ دیگر شاعرات میں شبنم شکیل،نوشی گیلانی، عتیقہ راجہ اور آمنہ یوسف وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ تانیثی فکر نے اُس وقت زور پکڑا جب مغربی افکار و نظریہ نوآبادیاتی عہد میں ہندوستان میں وارد ہوئے۔جہاں تک ادب میں تانیثیت کا تعلق ہے تو صرف اُردو ہی نہیں بلکہ تمام زبانوں میں تخلیق کیا جانے والا ادب عورت کا آئینہ ثابت ہوتا ہے۔ہر صورت وانداز میں صنفِ نازک کی تصویر کشی کی گئی ہے۔اور خواتین مصنفین نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا جوہر دکھا کر اُس کے لیے سماجی برتاو اور حیثیت کا علم بلند کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

حوالہ جات

1۔ پروفیسر شہناز نبی:فیمنزم تاریخ وتنقید:رہرواں ادب پبلی کیشنز،س ن،ص:18

2۔ Gender and religion encyclopedia of society, volume 1, Page: 556

3۔ Oxford Dictionary of English 3rd Edition Oxford University Press, Page 623

4۔ ایشین جرنل ویمن ایشیائ،جلد گیارہ،ص:5

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

5۔ ڈاکٹر سہیل احمد خان(تانیثی تنقید)بحوالہ منتخب ادبی اصطلاحات،تالیف ڈاکٹر سہیل احمد، محمد سلیم الرحمن:جی سی یونیورسٹی،لاہور2005ص75

6۔ ڈاکٹر عقیلہ جاوید:اردو ناول میں تانیثیت،ملتان:یوسف پرنٹنگ پریس،2005،ص:33

7۔ ڈاکٹر انور پاشا:ادبی حیات،دہلی:پیش رو پبلی کیشنز،2002،ص47

8۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی،اُردو ناول میں تانیثیت،نئی دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس،س ن،ص532

9۔ پاکستانی ادبیات میں خواتین کا کردار،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد،1996۔ص97

10۔ ایضاً،ص108

11۔ منور جمیل:منتخب شاہکار نظموں کا البم،حاجی حنیف پرنٹرز،2000،ص327

12 ۔ www.rekhta.org/poets/parveen -shakir/couplets

13- کشور ناہید،کلیات دشت قیس میں لیلیٰ،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،2001،ص724